شاہ ولی اللہؒ۔۔۔ مسلم تہذیب واقتدار کا محافظ

*ڈاکٹر شاہد حسن رضوی

Abstract

This article has been focused to highlight the educational,social and political services of famous Muslim Scholar of the sub-continen. Shah Wali Ullah Muhadith Dehlvi(1703----1762). Article Comprises there parts-First part deals with the Social conditions of his times, his early life and educational services- Second part is about the political services of SWU- He got help from both the internal and external Muslim powers i-e Rohilas and Ahmad Shah Abdali respectively- Last part of the article deals with the social services of SWU-

اٹھارویں صدی عیسوی کے ہندوستان کی تاریخ کے سطحی مشاہدے سے ہی یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ عنان حکومت پر مسلمانوں کی گرفت بالکل ڈھیلی پڑ چکی تھی مرہٹوں کے حملوں کے نتیجے میں مسلمانوں کی املاک اور عزت وآبرو محفوظ نہیں تھیں۔(1)

دہلی اور اس کے گردونواح میں جاٹوں اور سکھوں کی غارت گری نے زندگی کو غیر محفوظ اور اجیرن بنا دیا تھا۔(2) نتیجہ کے طور پر مسلمانوں نے شدید مصائب برداشت کئے۔قتل وغارت،لوٹ مار وآبروریزی عام ہوگئی اور آخر کار لوگوں نے خودکشیوں میں ہی آسودگی تصور کی۔سکھوں نے سرہند اور سہارنپور پر قبضہ کرلیا۔(3)اور مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ توڑ دیئے۔

عین ممکن تھا کہ مغل اقتدار ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتا کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ میدان عمل میں اُترے۔ انہوں نے مسلم معاشرتی زبوں حالی دیکھی اور حکمرانوں کی نااہلی کا مشاہدہ کیا۔مسند علم پر جمود کا جائزہ لیا۔مسلم معاشرت پر ہندو تہذیب کی بالادستی کا تجزیہ کیا اور بہت جلد اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ مسلم تہذیب واقتدار دیمک زدہ ہوگیا ہے۔(4)اور اس کی اصلاح تب ہی ممکن ہوگی جب زندگی کے ہر شعبہ کی اصلاح کا انقلاب آفریں کام شروع ہوگا۔

* ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ تاریخ،اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور

حضرت شاہ ولی اللہؒ ۱۷۰۳ عیسوی میں پیدا ہوئے۔آپؒ کے والد کا نام عبدالرحیم تھا جو کہ ایک صوفی بزرگ تھے اور گوشہ نشینی کی زندگی کو ترجیح دیتے تھے آپؒ کے والد نے اورنگ زیب عالمگیر کی شہرہ آفاق تصنیف ☆''فتاویٰ عالمگیری'' کی تدوین کے لئے اگرچہ تعاون ضرور کیا مگر عالمگیر کی حکومت میں شمولیت کے بے نظیر مواقع ہونے کے باوجود کبھی عہدے کو قبول نہیں کیا انہوں نے ایک مدرسہ بھی قائم کیا اور اس کا نام مدرسہ ''رحیمیہ'' رکھا۔ جہاں وہ خود بھی درس دیتے تھے۔آپؒ نے ایک عالم دین اور صوفی ہونے کے ناطے سے دینیات اور تصوف کے درمیان حسین امتزاج پیدا کرنے کی کوشش کی تاکہ اس وقت جو فقہ اور تصوف کے درمیان کشمکش چل رہی تھی اس کو دور کیا جاسکے۔(5)

اس طرح دینیات اور سمجھوتے کا تصور حضرت شاہ ولی اللہؒ کو والد کی طرف سے ورثے میں ملا تھا اور ان کی تمام خصوصیات بھی آپؒ کی گھٹی میں شامل ہوگئی تھیں۔ چنانچہ آپؒ نے بھی ان مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی اور مدرسہ میں بھی درس دینا شروع کر دیا۔حضرت شاہ ولی اللہؒ نے بارہ سال تک مدرسہ میں خدمات انجام دیں۔اس کے بعد آپؒ فریضہ حج کے لئے روانہ ہوگئے۔آپؒ نے مدینہ منورہ میں چودہ ماہ تک تعلیم حاصل کی۔ یہاں پر آپؒ کی تعلیم وتربیت ایک عالم دین ''شیخ ابوطاہر بن ابراہیم'' کے ہاتھوں ہوئی۔(6)

حضرت شیخ ابوطاہر نے آپؒ کی وسیع النظری اور مختلف ''نقطہ ہائے نگاہ''(7) میں تضاد دور کرنے کی صلاحیت کو مزید پختہ کر دیا۔ جو آپ کو اپنے والد محترم سے ورثے میں ملی تھی۔حضرت شاہ ولی اللہؒ 9 جولائی 1732ء کو 28 سال کی عمر میں واپس دہلی تشریف لائے اور اپنی زندگی کے اہم اور ایک نتیجہ خیز دور کا آغاز کیا۔(8) مسلمانوں کی اندرونی خرابیوں نے اتحاد ملی کے احساس کو بھی قصہ پارینہ کر دیا تھا۔ یہ خرابیاں کئی قسم کی تھیں۔

1. سب سے اہم اور بڑی خرابی فرقہ وارانہ جذبات تھے جس نے اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیان مخاصمت پیدا کر دی تھی جو کہ مسلمانوں کے لئے اور مسلم اتحاد کے لئے تباہ کن تھی۔اس شدت نے مہلک تنازعات کی صورت اختیار کر لی تھی جو ایک طرف تو تورانی اور روہیلہ سرداروں اور دوسری طرف ایرانی اُمراء کے درمیان جاری تھے۔

2. ایک اور اہم پہلو معاشی بدحالی اور ارتکاز دولت تھا معاشرہ عجیب تضاد کا شکار تھا۔ایک بہت بڑی تعداد غربت و پسماندگی کی سطح سے بھی نیچے زندگی گزار رہی تھی جب کہ ایک طبقہء زندگی کی لامحدود آسائشوں

سے مستفید ہورہا تھا اس معاشرتی تفاوت نے ان گنت مسائل کو جنم دیا تھا۔

3. اگر چہ محاصل کا نظام صرف اسی صورت میں جائز ہے کہ کم از کم وصول کنندہ محصول گزار کی حفاظت کا تو ضامن ہو ورنہ وہ نظام محاصل ظلم کا ذریعہ بن جاتا ہے جب کہ سیاسی رہنماء اس ذمہ داری سے منحرف ہو گئے تھے اب وہ عوام کے خادم کی بجائے حاکم بن گئے تھے اور اپنی ذمہ داری سے بھی منحرف ہو چکے تھے لہذا ان کی حیثیت عوام کا خون چوسنے والے کیڑوں کی سی ہو گئی تھی۔

4. حکومت وقت کا نظم وضبط برائے نام رہ گیا تھا اور نتیجہ کے طور پر علاقائی سرداروں نے اپنی اپنی جابرانہ حکومتیں قائم کر لی تھیں جس سے حالات غیر یقینی ہوتے چلے گئے اور موقع پرستی کا مرض بڑھ گیا اس کے نتیجے میں استحصال بالجبر کے واقعات بڑھتے چلے گئے اور مسلمان ایک مجبور اور لاچار ہجوم ہو کر رہ گئے تھے۔(9)

اس وقت ملّت کی زندگی کے تینوں شعبے مذہب، معاشرت اور معیشت انحطاط کا شکار ہو چکے تھے۔ اِس مرض کی تشخیص کرنا اور پھر اس کا علاج کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس برق رفتار تباہی کو روکنا ایک ٹھوس پُرخلوص قیادت کی تخلیق کے بغیر ممکن ہی نہ تھا۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے آپؒ نے اس امر کا فیصلہ کیا کہ بادشاہ کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کی جدوجہد کی جائے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے بادشاہ پر بھرپور توجہ دی مگر وہ اس میں کامیابی حاصل نہ کر سکے۔ پھر آپؒ نے اُمراء کو بھی مخاطب کیا مگر اُمراء کسی سنجیدہ مشورے کو سننے اور سمجھنے کی سمعی وبصری صلاحیتوں سے محروم ہو چکے تھے۔ غیر ضروری لوازمات زندگی اور عیش وطرب نے اُن سے تعمیری صلاحیتیں چھین لی تھیں۔ اس کے بعد آپؒ نے دلبرداشتہ ہو کر نظام الملک آصف جاہ کی طرف توجہ دی۔ لیکن یہ بھی دہلی سے کوچ کر کے دکن چلا گیا۔(10) شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ ''وہ ایک تجربہ کار مدبّر، منتظم ہونے کی حیثیت سے عالم وفاضل فلسفی کے مقابلے میں اس امر کو بطریق احسن جانتا تھا کہ دہلی کا دربار اب اصلاح کے مرحلے سے گزر چکا تھا اور اب کم از کم دکن کو بچانے کو کوشش کرنی چاہیے۔(11)

ان دنوں ہندوستان کی شمالی ریاست میں روہیلوں (12) کا نام کافی معروف تھا اور وہ بے شمار خصوصیات کے حامل تھے(13) یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ترکوں سے اقتدار چھین کر اپنی سلطنت قائم کر لی تھی لیکن اِس کے ساتھ ساتھ روہیلوں میں چند خامیاں بھی تھیں جنہوں نے ان کی قیادت کا راستہ روک دیا تھا جو کہ درج ذیل ہیں۔

1. ان کی تعداد کم تھی جب کہ اس کام کے لیے کثیر تعداد کی ضرورت تھی۔

2. وہ اپنے ساتھ زیادہ آزادی کی روایات لائے تھے جو کسی نازک وقت میں بھی متحدہ عمل کی مزاحمت کرتی تھیں۔
3. فرقہ دارانہ اختلافات سے انہیں انتہائی تعصب تھا اور یہ اپنے مخالفین کے وجود کو برداشت نہیں کرتے تھے۔
4. راسخ الاعتقادی کا جو تعقل اُن کے ذہن میں تھا اس سے ادنیٰ انحراف بھی ان کے نزدیک بدعت میں شمار ہوتا تھا۔(14)

مگر ان تمام پہلوؤں کے باوجود روہیلے ہی واحد قوت تھے کیونکہ غارت گروں کے جبر وظلم سے مسلمانوں کی نجات کسی تاخیر کی متحمل نہیں ہوسکتی تھی نیز حضرت شاہ ولی اللہؒ کے ذہن میں ایک پہلو یہ بھی موجود تھا کہ کسی بیرونی امداد کے بغیر سلطنت مغلیہ کو تقویت پہنچانا ناممکن ہے۔آپؒ غیر مسلموں سے امداد کے نتائج دیکھ چکے تھے۔اِن حالات میں اگر کوئی طاقت سلطنت مغلیہ کی کشتی کو ڈوبنے سے بچا سکتی تھی تو وہ افغانستان میں احمد شاہ ابدالیؒ کی قائم کردہ نئی ریاست تھی اور حضرت شاہ ولی اللہؒ، احمد شاہ ابدالیؒ سے تعاون کی امید بھی کر سکتے تھے(15)اور انہوں نے مدد چاہی بھی۔

روہیلہ سردار جن کے ذریعے سے حضرت شاہ ولی اللہؒ مسلم دشمن قوتوں کو کمزور کرنے کے مختصر الامعیاد مقصد کی تکمیل چاہتے تھے ان میں نجیب الدوّلہ کا نام قابل ذکر ہے۔(16) کیونکہ نجیب الدوّلہ، حضرت شاہ ولی اللہؒ کی نظر میں ایک قابل شخص تھا اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کو نجیب الدوّلہ سے کافی توقعات بھی تھیں کہ وہ یعنی

1. نجیب الدوّلہ ایماندار ثابت ہوگا۔
2. مسلمانوں کو مرہٹوں، جاٹوں اور سکھوں نے جس ذلت وخواری میں مبتلا کر دیا تھا اس سے نکالنے میں مسلمانوں کی مدد کرے گا۔
3. احمد شاہ ابدالیؒ کے ساتھ اِس کا مکمل تعاون ہوگا۔

یہ سب باتیں نجیب الدوّلہ کے عمل سے درست ثابت ہوئیں۔یہی وجہ ہے کہ مسلم وغیر مسلم مؤرخین شاہ ولی اللہؒ کی حکمت عملی اور دور اندیشی کی تعریف کرتے ہیں۔(17) حضرت شاہ ولی اللہؒ نے نجیب الدوّلہ سے تفصیلی خط وکتابت کی اور اِس کو دوررس مشوروں سے نوازا اور نجیب الدوّلہ نے بھی حضرت شاہ ولی اللہؒ کے

مشوروں کو ہمیشہ من وعن قبول کیا۔

مسلمانوں کو اس سیاسی انحطاط سے بچانے کے لئے حضرت شاہ ولی اللہؒ نے افغانستان کے حکمران احمد شاہ ابدالیؒ کو بھی خطوط لکھے جس میں مسلمانوں کی زبوں حالی اور مصائب کا ذکر تھا اور اس کے ساتھ ہی ان موذیوں سے مسلمانوں کو نجات دلانے کے لئے جو فرائض احمد شاہ ابدالی پر ایک مسلمان فرمانروا کی حیثیت سے عائد ہوتے تھے ان کی طرف توجہ دلائی اور امداد طلب کی۔ (18)

احمد شاہ ابدالیؒ مسلمانوں کی مدد کے لئے ہندوستان آیا اور نجیب الدولہ اس قابل افغان فرمانروا کی قیادت میں شمالی ہندوستان کی مسلم حکومتوں کا اتحاد (Alliance) بنانے میں کامیاب ہوگیا چنانچہ مرہٹوں کے خلاف 1741ء میں پانی پت کی جنگ میں عظیم فتح حاصل ہوئی۔ اس لڑائی میں احمد شاہ ابدالیؒ نے مرہٹوں کی مرکزی طاقت پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ مرہٹوں کو اپنی طاقت بحال کرنے میں ایک طویل عرصہ تگ و دو کرنا پڑی۔ اس موقع پر اگر مسلمان جوش عمل اور عاقبت اندیشی سے کام لیتے تو مرہٹوں کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے حل ہوسکتا تھا۔ پانی پت کی لڑائی (۱۷۴۱ء تا ۱۷۵۹ء) میں مسلمانوں کی فتح صرف اور صرف حضرت شاہ ولی اللہؒ کی مختصر المعیاد سیاسی جدوجہد کا نتیجہ تھی۔ (19) کیونکہ اگلے سال ۱۷۶۲ء بمطابق ۱۱۷۶ھ کو حضرت شاہ ولی اللہؒ کا انتقال ہوگیا۔ (20)

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے مسلمانوں کے آپس کے چھوٹے چھوٹے اختلافات کو صحیح تناسب کے ساتھ پرکھا اور اُن پر کھل کر بحث کی اور مختلف نقطہ ہائے نگاہ پیش کر کے ان میں مفاہمت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے سنی عقیدہ کے چاروں دبستان ہائے فقہ کے واقعی حالات ''ازالۃ الخلفاء'' کے عنوان سے مرتب کئے اور شیعہ اور سنیوں کی غلط فہمیوں کا ازالہ بھی کیا ہے۔ (21)

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے مسلمانوں میں اجتہاد (22) کے منصب کی تشریح کر کے ان اختلافات کو نرم کرنے کی کوششیں بھی کیں۔ شاہ صاحبؒ کی یہ فکری روش تخریبی انتہا پسندی کے برعکس ترقی پسندانہ تھی۔ یہ طرز عمل جدید تفسیر و تشریح کے ذریعے ان تازہ اختلافات کی نشوونما کا بھی سد باب کرتا تھا جو گزشتہ تفکر سے ہم آہنگ نہیں ہوتے تھے انہوں نے یہ اصول بھی مقرر کیا کہ جو لوگ اجتہاد کی اہلیت نہیں رکھتے ان کے لئے لازم ہے کہ وہ اہل مجتہدین کے فیصلوں پر عمل کریں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ایک طرف علمی قحط الرجال کو روکنے پر توجہ مبذول کی جب کہ دوسری

طرف انہوں نے معاشرتی ناہمواری، معاشی زبوں حالی، بے انصافی اور بے راہ روی کے خلاف بھی جہاد کیا۔ کیونکہ وہ اِس امر سے بھی واقف تھے کہ وہ معاشرہ روحانی ترقی حاصل نہیں کرسکتا جو زندگی کی بنیادی ضروریات کے لئے بھی ترستا ہو یا معاشی بے انصافی کا شکار ہو وہ لکھتے ہیں کہ عدل کا اصول تمام سیاسی اور معاشرتی تنظیم کی روح رواں ہے آزادی، اقتدار اور اچھی زندگی سب کا دارومدار اسی پر ہے اِن کے مطابق توازن کا قیام زیادہ تر صحت مند معاشی حالات پر منحصر ہوتا تھا جو معاشیات کی صحت مند دولت کی مساویانہ تقسیم سے حاصل ہوتی ہے دولت کی غیر مساویانہ تقسیم سے دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہو کر رہ جاتی ہے اور جس سے ایسی آویزشیں جنم لیتی ہیں کہ فلاح و بہبود کا تصور محض خواب بن کر رہ جاتا ہے۔ ایسی ناانصافی بعض اوقات قوموں کو اس لئے جارحیت پر آمادہ کر دیتی ہے کہ دوسروں نے جو کچھ اپنی کفایت شعاری اور محنت سے کمایا ہے اسے حملہ آور قومیں اپنی قوت سے بالجبر حاصل کرلیں (23) حضرت شاہ ولی اللہؒ کے خیال میں جب ایک گروہ کو اس قدر پستی میں ڈال دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی روزی کمانے کے لئے جانوروں کی طرح کام کرتا ہے تو اس کی معاشرتی خوبیاں ختم ہو جاتی ہیں اور اسی طرح جب کچھ لوگ عیش وعشرت کے وسائل مہیا کرنے میں لگ جاتے ہیں اور اسراف کی عادت میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو وہ معاشرے کی معاشرتی فلاح کو نقصان پہنچاتے ہیں معاشرے کی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بارآور کام معاشی صحت مندی کی بنیاد ہے جس کے بغیر معاشرتی اقدار کی نشوونما اور قیام ناممکن ہے کیونکہ جب تک انسان کا دماغ معاشی تفکرات سے آزاد نہیں ہوگا وہ اعلیٰ مقاصد کے حصول میں مشغول نہیں رہ سکتا۔ (24)

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے خیال میں معاشرہ جوں جوں ترقی کرتا چلا جاتا ہے اس میں پیچیدگیاں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اس رجحان کا بنیادی سبب یہ ہے کہ انسانوں کے باہم ربط ضبط سے معاشی سرگرمیوں کے سانچے میں پیچیدگیاں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں اور اسی لیئے نئی نئی ضرورتوں اور سرگرمیوں کے پیش نظر گروہوں کا رجحان نہ صرف وفاق بلکہ اتحاد کی طرف بھی ہو جاتا ہے جس سے معاشرتی نظام کا دائرہ عمل اور فرض منصبی دونوں وسیع ہو جاتے ہیں۔ (25)

معاشرتی ترقی کا بلند ترین معیار یہ ہے کہ ایک معاشرہ قائم ہو جس میں جارحیت ناممکن ہو جائے حضرت شاہ ولی اللہؒ صوفی بزرگ تھے اور خدا کے ساتھ باطنی وصال کامل ان کا مقصود تھا انہیں صوفیانہ وجد و کیف حاصل تھا وہ مسلمانوں میں یہ احساس پیدا کرنا چاہتے تھے کہ ان کا مذہب ان قدروں پر بھی بڑا زور دیتا ہے کہ

ایک اچھی منظم اور مفید معاشرتی زندگی گزار سکیں کیونکہ انسان کا مقصد حیات اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک وہ ایک سالم معاشرے کا جز و نہ بن جائے۔ اِن کے لائحہ عمل میں قلیل المعیاد سیاسی تدابیر کی طرح بعض فوری اصلاحات بھی تھیں جن کو مسلمانوں کے طرز عمل میں مکمل تبدیلیاں ہونے تک ملتوی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ مسلمانوں کی علیحدہ ہستی کو قائم رکھنے کے لئے بے چین تھے۔

تبصرہ:۔

انسانی معاشرہ اشرف المخلوق کا معاشرہ ہے سب سے ارفع مخلوق کا مسکن ہے اور اس معاشرے کی سب سے اہم ضرورت خالق اور مخلوق کے رشتے کی استواری ہے اسی بار عظیم کے لئے پیغمبروں کا سلسلہ شروع کیا گیا اور اسی مقصد کی تکمیل کے لئے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر کرب و بلا، ابتلاء آزمائش اور ایثار و قربانی کے سمندر سے گزرے۔ پیغمبروں کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد وہ پاکیزہ ارفع اور اعلیٰ ارواح جو مقام پیغمبری پر تو فائز نہ تھیں لیکن نیکی جن کی سرشت تحمل جنگی فطرت اور انسانوں سے محبت، جن کی شخصیت تھی انہوں نے کارِ پیغمبری کو اختیار کرلیا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا شمار بھی انہی عظیم المرتبت انسانوں میں ہوتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حصول علم کی منازل طے کرنے کے بعد جب معاشرے پر نگاہ ڈالی تو حالات کو نہایت دگرگوں پایا۔ غیر مسلموں کی ریشہ دوانیاں اور مسلمانوں کی بے حسی نے معاشرے میں بگاڑ کی ایسی شکل پیدا کر دی تھی جس کی بناء پر ہندوستان میں بھی اسپین کی تاریخ کا اعادہ نظر آ رہا تھا لیکن شاہ ولی اللہؒ میدان عمل میں اُترے۔ اُنہوں نے اصلاح احوال کا بیڑہ اٹھایا۔ علمی جمود مسلم معاشرے کی بے راہ روی اور غیر اسلامی قوتوں کی مسلم دشمنی ہند کے مسائل تھے نیز اسلامی تعلیمات ہندومت اور بدھ مت کے زیر اثر ارفع و اعلیٰ خصوصیات کھو بیٹھیں تھیں۔ عبادات کی جگہ روایات، توحید کی جگہ شرک فرقہ بندی اور عوام نے بے حسی اختیار کرلی تھی۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے مسند علم سنبھالا۔ خالص اسلام کی تبلیغ جو قرآن وسنت کے مطابق تھی شروع کی۔ براہ راست قرآن سے فیض حاصل کرنے کے لئے قرآن پاک کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ معاشرتی برائیوں کو بے نقاب کیا۔ عوام الناس کو بے عملی اور بے حسی کی زندگی سے نکال کران میں سلامی تشخص بیدار کیا۔

مرہٹوں کی بڑھتی ہوئی قوتوں کا سدّ باب سب سے اہم مسئلہ تھا اور معاملات کی نوعیت یہ تھی کہ مغل حکومت اس طوفان بلا خیر کے سامنے بے دست و پا تھی چنانچہ ایک مربی کی حیثیت سے شاہ صاحبؒ نے

حالات کا تجزیہ کیا اور روہیلوں سے وہی کام لیا جو امام ابن تیمیہؒ نے تاتاریوں کا سد باب کر کے کیا تھا اس طرح مغل سلطنت نے کم وبیش ڈیڑھ صدی کی نئی زندگی پالی۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی مساعی جمیلہ نے مسلمانوں میں جداگانہ تشخص بیدار کیا ان پر ہندوؤں کی مسلم دشمنی آشکارہ ہوئی۔ اسلامی عقائد ونظریات (جو ہندو عقائد میں مدغم ہو رہے تھے) کی تطہیر ہوئی اور وہ سوچ پروان چڑھی جس کی آبیاری سر سید احمد خاں (۱۸۹۷ء۔۱۸۱۸ء) نے کی جس کو ڈاکٹر علامہ محمد اقبال (۱۹۳۸ء۔۱۸۷۶ء) نے پروان چڑھایا اور جس کے لیے قائد اعظم محمد علی جناح (۱۹۴۸-۱۸۷۷ء) نے تاریخ ساز جدوجہد کی اور بالآخر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشے پر سب سے بڑی آزاد خود مختار مملکت، مملکت خداداد پاکستان نے جنم لیا۔

حوالہ جات

1. سرکار، جے این، Fall of Mughal Empire، کلکتہ ۱۹۴۹ء، ص ۵۰۔۴۹
2. (مغل بادشاہ عالمگیر اوّل کے عہد میں جو بغاوت کی تھی اسے دبادیا گیا تھا) فرخ سیر کے زمانے میں بھی ایک جاٹ سردار ''چورامن'' نے راہ زنی شروع کردی۔ (مگر شاہی افواج نے ایک مرتبہ پھر جاٹوں کو دبادیا) (۲) حتیٰ کہ صفدر جنگ نے بادشاہ احمد شاہؒ کے خلاف بغاوت کر کے جاٹوں سے امداد طلب کی اور انہیں دہلی کے گردونواح میں لے آیا تھا۔

   (خوانی خاں، منتخب اللباب، کلکتہ ۱۸۶۹ء، ص ۹۴۵۔۹۴۴)
3. لطیف سید محمد، History of the Punjab، کلکتہ، ۱۸۹۱ء، ص ۱۸۰
4. قریشی اشتیاق حسین، براعظم پاک وہند کی ملت اسلامیہ، کراچی، اشاعت دوم، ۱۹۸۳ء، ص ۲۲۷
5. قریشی اشتیاق حسین، History of Freedom Movement، ص ۲۶۸۔۲۶۷
6. شاہ ولی اللہؒ، حجتہ البالغہ، (اردو ترجمہ از مولوی عبدالرحیم)، لاہور ۱۹۵۳ء، ص ۶۲۔۶۱
7. وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے مسئلے پر مختلف صوفیوں کے درمیان جو نزاع پیدا ہوا تھا، شاہ ولی اللہؒ نے اس موضوع پر ایک چھوٹا سا رسالہ تصنیف کیا جس میں انہوں نے واضح کیا کہ یہ اختلافات زیادہ تر الفاظ و معنیٰ کا پھیر ہے چنانچہ آپؒ کی کوششوں کی بدولت دونوں ہائے نقطہ ہائے نگاہ میں کافی حد تک مفاہمت ہوگئی۔ (قریشی بحوالہ سابقہ ص ۲۳۸۔۲۳۷)
8. قریشی اشتیاق حسین، بحوالہ سابقہ، ص ۲۲۸
9. ایضاً، ص ۲۳۰۔۲۲۹
10. نظامی خلیق احمد، ''شاہ ولی اللہؒ کے سیاسی مکتوبات''، علی گڑھ ۱۹۵۰ء، ص ۸۱
11. قریشی بحوالہ سابقہ، ص ۲۳۱
12. لفظ روہیلہ، ''روہ'' سے نکلا ہے جو اُس کوہستانی علاقے کا نام تھا جو پاکستان کی شمالی مغربی سرحد پر واقع ہے نہ صرف حضرت شاہ ولی اللہؒ بلکہ دوسرے دانشور بھی روہیلوں کی اچھی صفات سے متاثر ہوئے۔ (قریشی، ص ۲۳۱ حاشیہ ۱۵)

13. روہیلے ایک ابھرتی ہوئی قوم تھی جس میں درج ذیل خصوصیات تھیں۔

1. روہیلے تازہ ترین جنگجو تھے۔

2. اُنہوں نے اپنی سادہ عادات کو ضائع نہیں کیا تھا۔

3. وہ ابھی تک دہلی کی بد اخلاقیوں سے داغدار نہیں ہوئے تھے۔

4. وہ ایک طرف تو پکے مسلمان تھے دوسری طرف طبقاتی امتیازات نے اُن کے معاشرے کی جڑوں کو ابھی تک کھوکھلا نہیں کیا تھا۔

5. وہ انحطاط پذیر، درماندہ اور از کار رفتہ نہیں تھے۔

ان کی درجہ بالا خوبیاں ان کو آئندہ قیادت کے لئے دوسروں سے منفرد کرتی تھیں شاید یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے دہلی میں مسلم اقتدار کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے انہیں آگے لانے کا فیصلہ کیا تھا۔ (قریشی بحوالہ سابقہ ص ۲۳۲

14. گیلانی، مناظر احسن، حضرت شاہ ولی اللہؒ نفیس اکیڈمی کراچی، (ص ۲۰۱۔۱۹۹)

15. قریشی بحوالہ سابقہ، ص ۲۳۴

16. نجیب الدولہ معمولی درجہ کے ملازم سے بڑھتے بڑھتے اقتدار تک پہنچا وہ ۱۷۴۳ء میں روہیل کھنڈ آیا۔ جہاں روہیلے آباد ہو چکے تھے وہ ایک سردار کی ملازمت میں پیادہ سپاہی کی حیثیت سے داخل ہوا۔ مگر اس نے اپنی قابلیت اور کارکردگی کے باعث مسلسل ترقی کی یہاں تک کہ صفدر جنگ کو دبانے کے لئے جب اُس نے مغل بادشاہ احمد شاہ کا ساتھ دیا تو پنج ہزاری کا اعلیٰ منصب اور نجیب الدولہ کا خطاب پایا۔ (قریشی، ص ۲۳۳، حاشیہ ۲۲)

17. نظامی بحوالہ سابقہ، ص ۴۱

18. نظامی، خلیق احمد بحوالہ سابقہ، ص ۴۷

19. قریشی اشتیاق حسین۔ بحوالہ سابقہ، ص ۲۳۴

20. ہفت روزہ ''الہام'' بہاولپور ۱۹۸۶ء شاہ ولی اللہ نمبر، ص ۳

21. گیلانی، مناظر احسن، بحوالہ سابقہ، ص ۲۴۵

22. حضرت شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک شریعت مقدمہ کے ''بنیادی اصولوں کو سمجھنے کی سعی بلیغ'' کا نام اجتہاد ہے اور اس کا دائرہ علمائے متقدمین کے فیصلوں کو سمجھنے کو کوشش تک محدود نہیں ہے۔ اس لئے اس کا نتیجہ قدیم علماء وفقہاء کے فیصلوں سے اختلاف کی صورت میں بھی برآمد ہوسکتا ہے چنانچہ انہوں نے اجتہاد کا دروازہ بند نہ ہونے پر زور دیا اور ساتھ ساتھ یہ بھی انتباہ کیا کہ اجتہاد کے لئے تبحر علمی اور احتیاط کی ضرورت ہے اس کے لیے ادق اور تھکا دینے والے تحقیقی تجزیے، تنقیدی مطالعے اور قرآن، حدیث اور تفسیر پر یدطولیٰ حاصل کرنا ناگزیر ہے ورنہ انتشار وافتراق کا دروازہ کھل جائے گا۔ اور ایسا ابہام پیدا ہوگا جس کا علاج ممکن نہیں۔

23. شاہ ولی اللہؒ، حجتہ البالغہ، جلد اول، ص ۵۲۵

24. ایضاً، ص ۵۲۵/ ۳۵۵

25. ایضاً، ص ۲۶۰